بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو با جماعت نمازِ تراویح پڑھتا دیکھ کر فرمایا:

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ ''یہ کتنی اچھی بدعت ہے''

(صحیح بخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح، ج ۲ ص ۷۰۷)

بدعت کی حقیقت

بفیضانِ نظر

حضرت مولانا محمد بشیر فاروقی بانی سیلانی ویلفیئر انٹرنیشنل ٹرسٹ

مولف

مفتی محمد راشد القادری سلمہ الباری

آزاد پبلشرز ۵۶، اردو بازار کراچی

AZAD PUBLISHERS

PH : 32631839,32620178

E-mail : azadpublishers@gmail.com

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں اس کتاب کا کوئی حصہ
الیکٹرانی، میکانی، فوٹو کاپی، ریکارڈنگ یا اور کسی طریقے یا
شکل میں پبلشرز کی پیشگی اجازت کے بغیر نہ تو نقل اور نہ
کسی طریقے سے محفوظ یا منتقل کیا جا سکتا ہے۔

کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔بدعت کی حقیقت

بفیضانِ نظر۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ مولانا محمد بشیر فاروقی مدظلہ العالی

مولف۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفتی محمد راشد قادری عفی عنہ

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔سید سمیر حسین

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔آزاد پبلیشرز 56 اُردو بازار کراچی

AZAD PUBLISHERS

فہرست مضامین

1	عرض مصنف	04
2	بدعت کے معنیٰ قرآن کریم کی روشنی میں	05
3	بدعت کی تین اقسام	09
4	بدعت اعتقادی	10
5	بدعت کا حقیقی تصوّر	10
6	مغالطے کا ازالہ اور (فَهُوَ رَد) کا درست مفہوم	11
7	نئے کاموں کی حقیقت	11
8	خلفاء راشدین کے دور میں نئے کام جو گمراہی تھے	12
9	دین میں نیا کام اور بدعتِ ضلالت سے مراد	13
10	بدعتی کون ہے؟	14
11	بدعت عملی کی دو اقسام	15
12	بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت) کی اقسام	16
13	بدعتِ سیئہ (بُری بدعت) کی اقسام	16
14	تمام چیزوں کی اصل مباح (**Permissible**) ہے	23
15	اللہ تعالی نے جملہ نعمتیں انسان کے لئے پیدا کیں ہیں	24
16	حدیث مبارک سے حلت وحرمت کا اصول	27
17	بدعت سے متعلق حضرات شیخینِ کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ، قرآن کریم کی تدوین وجمع بدعتِ حسنہ ہے	30
18	بدعت سے متعلق حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ، تراویح باجماعت بدعتِ حسنہ ہے	31
19	میلاد منانا بدعتِ حسنہ ہے	32
20	قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، عید کے دن معانقہ (گلے ملنا) بدعت حسنہ ہے	33
21	فاتحہ کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے یہ بدعت نہیں	34
22	ایصال ثواب بدعت نہیں	35
23	انگوٹھے چومنا بدعت نہیں	41
24	اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا بدعت مستحبہ (اچھا طریقہ) ہے	43

عرضِ مؤلف

اسلام ایک نہایت ہی پاکیزہ دین ہے اور نہایت آسان ، واضح اور قابلِ عمل نظامِ حیات (Code of Life) ہے چونکہ یہ انسانی فطرت (HumanNature) کے عین مطابق ہے لہٰذا اس کے دامن میں کسی قسم کی کوئی تنگی ، جبر نہیں ہے۔فی زمانہ علمِ دین سے دوری کی بناء پر آج کچھ لوگ بات بات پر شرک و بدعت کے فتوے صادر کر دیتے ہیں یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ اسلام میں اس بات کی حقیقت کیا ہے؟

یاد رہے کہ اسلام میں قیامت تک پیش آنے والے علمی ، عملی ، مذہبی ، روحانی اور معاشی و معاشرتی تمام مسائل کا حل موجود ہے۔اگر کسی مسئلے کا ذکر قرآن وحدیث میں بظاہر نظر نہ آئے تو اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ وہ بدعت و گمراہی اور حرام و ناجائز ہے کیونکہ ترکِ ذکر حرمت کی نہیں بلکہ حلّت اور اباحت کی دلیل ہے۔

کسی بھی نئے کام (یعنی بدعت) کی حلّت و حرمت جاننے کا بہترین و صائب طریقہ یہ ہے کہ اسے قرآن و سنّت پر پیش کیا جائے۔اگر اس کا شریعت کے ساتھ تعارض (Contradiction) آجائے تو بلا شبہ بدعت سیئہ (بُری بدعت) اور ناجائز و حرام ہوگا لیکن اگر شریعت کے کسی بھی حکم سے تضاد یا تصادم واقع نہ ہو تو اسے محض ترکِ ذکر کی وجہ سے گمراہی ، ناجائز و حرام تصور کرنا حکمتِ دین کے منافی اور اسلام کے متعین کردہ نظام حلال و حرام سے انحراف برتنے اور حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہوگا۔جیسا کہ جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے گھی ، پنیر ، اور دوسری کھانے پینے کی اشیاء سے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِی کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِی کِتَابِہٖ

وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ

ترجمۂ حدیث: حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف ہے۔(سنن ترمذی ، ج ۱ ص ۲۰۶)

وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ

کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ شارع نے جن کا ذکر نہیں کیا وہ مباح اور جائز ہیں۔انشاءاللہ مزید تفصیل زیرِ مضمون بیان ہوگی۔

ابو رضا محمد راشد القادری العطاری بن محمد حیات القادری

باب اوّل

بدعت (Innovation) کے معنیٰ قرآن کریم کی روشنی میں

''بدعت'' (Innovation) عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو ''بَدَعَ'' سے مشتق ہے۔اسکا معنی ہے:

اِخۡتَرَعَهُ وَ صَنَعَهُ لَا عَلٰى مِثَالٍ

کوئی شئے ایجاد کرنا، کوئی چیز بغیر نمونہ کے بنانا، یعنی بدعت وہ چیز ہے جو بغیر کسی سابق مثال کے بنائی جائے۔ (المنجد، ص ۷۶)

جس طرح یہ کائنات نیست اور عدم تھی اس کو اللہ ربّ العزّت نے بغیر سابق مثال کے خلعتِ وجود عطا کی تو لغوی اعتبار سے یہ بدعت کہلائی اور اس بدعت کا خالق خود مالک کائنات اللہ ربّ العزّت ہے جو اپنی شان تخلیق بیان کرتے ہوئے خود فرماتا ہے:

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ط وَ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ

نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے۔ (پارہ ۱ سورۂ بقرۃ، آیت ۱۱۷)

معلوم ہوا کہ بدعت (Innovation) کا لغوی معنی نئی چیز کے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ

تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں۔ (پارہ ۲۶ سورۂ احقاف، آیت ۹)

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ رَهْبَانِيَّةَ نِابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ

اور وہ راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی۔

(پارہ ۲۷ سورۂ حدید، آیت ۲۷)

تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت کے تحت فائدہ لکھا ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت (Innovation) یعنی دِین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہئے ایسی بدعت کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں البتہ دِین میں بُری بات نکالنا بدعتِ سیئہ کہلاتا ہے وہ ممنوع اور ناجائز ہے اور بدعتِ سیئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنّت ہو اس کے نکالنے سے کوئی سنّت اٹھ جائے اس سے ہزار ہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دِین کی تقویّت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اخروی فوائد پہنچتے ہیں اور وہ اطاعات و عبادات میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ایسے امور کو بدعت بتانا قرآنِ مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ''جاء الحق'' میں فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے بدعت حسنہ یعنی تارک الدّنیا ہو جانا ایجاد کیا۔ ربّ تعالیٰ نے اس کی تعریف کی بلکہ اس پر اجر بھی دیا، ہاں جو اسے نبھا نہ سکے ان پر عتاب آیا۔ فرمایا گیا:

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا

دیکھو ایجاد بدعت پر عتاب نہیں ہوا بلکہ نہ نبھانے پر عتاب ہوا۔ معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ اچھی چیز ہے اور باعثِ ثواب۔ (جاء الحق، صفحہ ۲۲۲)

ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ایجاد کرنا، نیا بنانا وغیرہ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے:

اَلبِدْعَۃُ کُلُّ شَیءٍ عُمِلَ عَلٰی غَیرِ مِثَالٍ سَبَقَ

بدعت وہ کام ہے جو بغیر گزری مثال کے کیا جائے۔

فتح المبین شرح اربعین نووی میں علامہ ابنِ حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بدعت لغت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو (جس طرح قرآن کریم میں شان خداوندی کے متعلق فرمایا گیا) آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا'' یعنی زمین و آسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا فرمانے والا ہے۔'' (بیان المولد والقیام: ص۲۰)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

وَ نَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ

اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے۔ (پارہ ۲۲ سورۂ یٰس، آیت ۱۲)

اس کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

یعنی اور ہم ان کی وہ نشانیاں، وہ طریقے بھی لکھتے ہیں جو وہ اپنے بعد چھوڑ

گئے خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا بد، جو نیک طریقے اُمّتی نکالتے ہیں ان کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور اس طریقے کو نکالنے والوں اور عمل کرنے والوں دونوں کو ثواب ملتا ہے اور جو بُرے طریقے نکالتے ہیں ان کو بدعتِ سیئہ کہتے ہیں اس طریقے کے نکالنے والے اور عمل کرنے والے دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اس کو طریقہ نکالنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کو بھی ثواب بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ نکالا تو اس پر وہ طریقہ نکالنے کا بھی گناہ اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کے بھی گناہ بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدہا امورِ خیر مثلِ فاتحہ گیارہویں و تیجہ و چالیسواں و عرس و توشہ و ختم و محافلِ ذکرِ میلاد و شہادت جن کو بدمذہب لوگ بدعت کہہ کر منع کرتے ہیں اور لوگوں کو ان نیکیوں سے روکتے ہیں یہ سب درست اور باعثِ اجر و ثواب ہیں اور ان کو بدعتِ سیئہ بتانا غلط و باطل ہے۔ یہ اطاعات اور اعمالِ صالحہ جو ذکر و تلاوت اور صدقہ و خیرات پر مشتمل ہیں بدعتِ سیئہ نہیں۔ بدعتِ سیئہ وہ بُرے طریقے ہیں جن سے دین کو نقصان پہنچتا ہے اور جو سنّت کے مخالف ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا کہ جو قوم بدعت نکالتی ہے اس سے ایک سنّت اٹھ جاتی ہے تو بدعت سیئہ وہی ہے جس سے سنّت اُٹھتی ہو جیسے کہ رفض، خروج اور دیگر گمراہ فرقے یہ سب انتہا درجہ کی خراب سیئہ بدعتیں ہیں، رفض و خروج جو اصحاب و اہلِ بیتِ رسول اللہ ﷺ کی عداوت پر مبنی ہیں، ان سے اصحاب و

اہلِ بیت کے ساتھ محبت و نیازمندی رکھنے کی سنّت اٹھ جاتی ہے جس کے شریعت میں تاکیدی حکم ہیں کچھ گمراہ فرقے ایسے ہیں جن کی اصل مقبولانِ حق حضراتِ انبیاء و اولیاء کی جناب میں بے ادبی و گستاخی اور تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دینا ہے اس سے بزرگانِ دین کی حرمت و عزّت اور ادب وتکریم اور مسلمانوں کے ساتھ اخوت و محبت کی سنّتیں اٹھ جاتی ہیں جن کی بہت شدید تاکیدیں ہیں اور جو دین میں بہت ضروری چیزیں ہیں۔

بدعت کی تین اقسام

بدعت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔(۱) نیا کام جو حضور انور ﷺ کے بعد ایجاد ہوا۔(۲) خلاف سنّت کام جو دافع سنّت ہو۔(۳) برے عقائد جو بعد میں پیدا ہوئے۔

پہلے معنی کے اعتبار سے بدعت دو قسم کی ہے۔

(۱) بدعتِ حسنہ (۲) بدعتِ سیئہ۔

دوسرے دونوں معنی کے اعتبار سے ہر بدعت سیئہ ہی ہے۔جن بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بدعت سیئہ ہوتی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں وہ جو حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے وہاں تیسرے معنی مراد ہیں لہٰذا احادیث و اقوال علماء آپس میں متعارض نہیں۔

بدعت کے شرعی معنی

بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی

ہوئی۔ بدعت اعتقادی اور بدعتِ عملی۔ (جاء الحق)

بدعت اعتقادی

بدعتِ اعتقادی ان برے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور انور ﷺ کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے۔ عیسائی، یہودی، مجوسی، اور مشرکین کے عقائد بدعت اعتقادی نہیں کیونکہ یہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے۔ (جاء الحق)

بدعت کا حقیقی تصور

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ

جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے۔ (صحیح بخاری، ج ا ص ۳۷۱)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ''جاء الحق'' میں فرماتے ہیں: ہم نے (مَا) کے معنی عقیدے اس لئے کیئے کہ دین عقائد ہی کا نام ہے اعمال فروع میں بے نمازی گنہگار ہے بے دین یا کافر نہیں۔ بد اعتقاد یا تو گمراہ ہے یا کافر ہے۔

اس کے تحت مرقاۃ شرح مشکوۃ میں حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْمَعْنٰی مَنْ اَحْدَثَ فِیْ الْاِءِ سْلَامِ رَاْیاً فَھُوَ مَرْدُوْدٌ عَلَیْہِ

معنی یہ ہیں کہ جو اسلام میں ایسا عقیدہ نکالے کہ جو دین سے نہیں ہے وہ اس پر لوٹایا جائے گا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ا ص ۴۸۷)

مغالطے کا ازالہ اور (فَھُوَ رَدٌّ) کا درست مفہوم

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا کوئی امر (حکم) موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۷۷)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی پہلی روایت میں (مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا) میں (فھو رد) کا اطلاق (Application) نہ صرف (ما لیس منہ) پر ہوتا ہے اور نہ ہی فقط (احدث) پر بلکہ اس کا صحیح اطلاق اس صورت میں ہوگا جہاں یہ دونوں چیزیں (احداث اور مالیس منہ) جمع ہو جائیں یعنی مردود فقط وہی عمل ہوگا جو نیا بھی ہو اور جس کی کوئی اصل، مثال یا دلیل بھی دین میں نہ ہو اور کسی جہت سے بھی اس کا دین کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ پس اس وضاحت کی روشنی میں کسی بھی نئے کام کے بدعت وضلالت قرار پانے کے لئے دو شرائط کا ہونا لازمی ہے۔

(۱) دین میں اس کی کوئی اصل، مثال یا دلیل موجود نہ ہو۔

(۲) یہ نیا کام نہ صرف دین کے مخالف اور متضاد ہو بلکہ دین کی نفی کرے اور احکامِ سنت کو توڑے۔

نئے کاموں کی حقیقت

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نصیحتیں فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ یَعِشْ مِنکُمْ بَعْدِی فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِیِّیْنَ الرَّاشِدِینَ تَمَسَّکُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُورِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہا تو وہ بڑا اختلاف دیکھے گا تو تم پر لازم ہے میری سنّت اور میرے خلفاء کی سنت جو رشد و ہدایت والے ہیں اسے مضبوطی سے تھامے رہیں اور دین میں جو نئے کام جاری کئے جائیں ان سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (سنن ابی داؤد، ج ۱۲ ص ۲۱۱)

مذکورہ روایت میں (فسیری) کے الفاظ قابلِ غور ہیں کہ نبی غیب دان سرورِ کون ومکان ﷺ نے فرمایا میرے بعد جو تھوڑا عرصہ زندہ رہا وہ عنقریب بڑا اختلاف دیکھے گا۔ اگر ہم اس ترتیب اور وضاحت پر غور کریں تو یہ بات ہم پر واضح وعیاں ہوگی کہ جو امور خلافتِ راشدہ میں ایجاد ہوئے وہ بھی بدعت ہیں کیونکہ حدیث کے الفاظ میں حضور ﷺ اپنے بعد خلفاء راشدین کے دور میں بپا ہونے والے اختلاف کثیر سے لوگوں کو بچنے کی تلقین فرمائی۔

خلفاء راشدین کے دور میں نئے کام جو گمراہی تھے

مذکورہ حدیث مبارک میں فرمایا:

فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(سنن ابی داؤد، ج ۱۲ ص ۲۱۱)

نئے کام وہ فتنے تھے جو خلفاء راشدین کے دور میں اختلاف کثیر بن کر ظاہر ہوئے۔ جیسے

(۱) جھوٹے مدّعیان نبوّت کا فتنہ

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے فوری بعد پانچ جھوٹے مدّعیان نبوّت ظاہر ہوئے۔ان کا یہ دعوئ نبوّت (مالیس منہ) یعنی جس کا تعلق دین سے نہیں اور (احداث فی الدین) یعنی دین میں نیا کام تھا۔

(۲) فتنۂ ارتداد

دوسرا (احداث فی الدین) یعنی دین میں نیا کام، فتنۂ ارتداد تھا کہ کثرت سے لوگ ایمان کی عدم پختگی اور نو مسلم ہونے کی وجہ سے مرتد ہونے لگے اور یہ ارتداد بدعت و گمراہی تھی۔

(۳) فتنۂ منکرین زکوٰۃ

تیسرا (احداث فی الدین) یعنی دین میں نیا کام، منکرین زکوٰۃ کا تھا کہ وصال مبارک کے بعد کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور یہ اتنی بڑی بدعت تھی کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا۔

(۴) فتنۂ خوارج

چوتھا (احداث فی الدین) یعنی دین میں نیا کام، فتنۂ خوارج تھا کہ کچھ فتنہ پروروں نے مسلم حکومت کے خلاف خروج کیا اور یہ بدعت اتنی خطرناک تھی کہ ان کے خلاف خلیفۂ وقت نے قتال کیا۔

دین میں نیا کام اور بدعت ضلالت سے مراد

دین میں نیا کام اور بدعت ضلالت سے مراد چھوٹے نوعیت کے

اختلافات نہیں بلکہ اس سے مراد بُرے عقائد کا اجراء ہے، جو دین میں باعثِ فتنہ ہو جیسا کہ ابھی چار مثالیں گزریں اور چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل جیسے میلاد شریف، عرس، ایصال ثواب، وغیرہ کو بدعت و گمراہی نہیں کہا جا سکتا۔

ہمارے اس مؤقف کی تائید حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ہوتی ہے۔ جو صحیح مسلم میں ہے حضور انور ﷺ نے فرمایا:

بے شک میری امت میں سے کچھ لوگوں کو (قیامت کے دن) لایا جائے گا ان کو بائیں جانب سے پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے ربّ! (یہ) میرے اصحاب ہیں کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ (پھر فرمایا جائے گا) جب آپ ﷺ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھر گئے۔ (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۳۸۴)

اس حدیث مبارک کے الفاظ صاف یہ بتا رہے ہیں کہ یہ بدعت سے مراد دین سے پھرنا یعنی مرتد ہو جانا ہے جیسا کہ جھوٹے مدعیان نبوّت، منکرین زکوٰۃ، فتنہ خوارج وفتنۂ ارتداد۔

بدعتی کون ہے؟

سنن ترمذی میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا:

بَلَغَنِی اَنَّهُ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّی السَّلَامَ

مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بدعتی ہو گیا ہے اگر ایسا ہو تو اس کو میرا سلام نہ کہنا۔

(سنن ترمذی، ج ۸ ص ۴۸)

بدعتی کیسے ہوا:

یَقُوْلُ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ خَسْفٌ وَ مَسْخٌ اَوْقَذْفٌ فِیْ اَھْلِ الْقَدْرِ

حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ میری امّت میں زمین میں دھنسنا صورت بدلنا یا پتھر برسنا قدریہ لوگوں میں ہوگا۔ (سنن ترمذی، ج۸ ص۴۸)

معلوم ہوا کہ وہ قدریہ یعنی تقدیر کا منکر ہوگیا تھا۔ اس لئے اس کو بدعتی فرمایا۔

اسی طرح درمختار میں ہے:

(وَمُبْتَدِعٌ) اَیْ صَاحِبُ بِدْعَۃٌ وَھِیَ
اِعْتِقَادُخِلَافِ الْمَعْرُوْفِ عَنِ الرَّسُوْلِ

بدعتی امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھنا ہے جو حضور اکرم ﷺ سے معروف ہیں۔ (درمختار، ج۱ ص۵۶۰)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بدعت نئے اور برے عقائد کو بھی کہتے ہیں اور بدعت اور بدعتی پر جو سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں ان سے مراد بدعت اعتقادیہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔

بدعت عملی کی دو اقسام

بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت)

بدعتِ حسنہ وہ نیا کام جو کسی سنّت کے خلاف نہ ہو جیسے محافل میلاد اور دینی مدارس اور نئے نئے کھانے اور پریس میں قرآن کریم و دینی کتب کا چھپوانا۔

بدعتِ سیئہ (بری بدعت)

بدعتِ سیئہ وہ جو کہ کسی سنّت کے خلاف ہو یا سنّت کو مٹانے والی ہو جیسے کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ وعیدین پڑھنا۔

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی دلیل

مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُورِهِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ

سید عالم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اس کو طریقہ نکالنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کو بھی ثواب بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ نکالا تو اس پر وہ طریقہ نکالنے کا بھی گناہ اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کے بھی گناہ بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔

(صحیح مسلم، ج۵ ص۱۹۸)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ :هَذِهِ الْاَحَادِيثُ مِنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ ، وَهُوَ اَنَّ كُلَّ مَنْ ابْتَدَعَ شَيْئًا مِنَ الشَّرِّ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُ مَنْ اقْتَدَى بِهِ فِی ذَلِكَ فَعَمِلَ مِثْلَ عَمَلِهِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَكُلُّ مَنْ ابْتَدَعَ شَيْئًا مِنَ الْخَيْرِ كَانَ لَهُ مِثْلُ

اَجْرِ كُلِّ مَنْ يَعْمَلُ بِهِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں کہ جوشخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام میں تمام پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جوشخص اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے تمام پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔

(ردالمختار، مقدمہ، ج۱ص۱۴۲)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ اچھی بدعت ثواب ہے اور بُری بدعت گناہ ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیّئہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت کوئی ایسا کام ہو جو شریعت میں مستحسن امور میں شمار ہو تو وہ حسنہ ہے اور اگر وہ شریعت میں ناپسندیدہ امور میں شمار ہو تو وہ قبیحہ ہوگی۔

(فتح الباری، ج۴ص۲۵۳)

اور یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص برا عمل کرے اور سب اس سے متفق ہو جائیں، کوئی دین میں برا طریقہ ایجاد کرے اور سب مسلمان خاموش رہیں کیونکہ!

جامع الکبیر کی روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِىْ عَلٰى الضَّلَالَةِ اَبَدًا

میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ حضور ﷺ کی خصوصیت اور فضیلت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو نوازا کہ آپ ﷺ کی امت جس چیز پر اتفاق کرے گی وہ حق وصواب ہی ہوگا۔

(اشعۃ اللمعات، مترجم، ج۱ص۴۶۸)

مدارج النبوت میں ہے:

اس امت کے خصائص میں سے یہ ہے کہ یہ ضلالت وگمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی یہ حدیث کثیر سندوں سے مشہور ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ میں نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ میری امّت ضلالت وگمراہی پر مجتمع نہ ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے میرے سوالوں کو قبول فرمایا اور یہ عنایت فرمائی یہ ''اجماع'' کی حجّت پر دلیل ہے۔

(مدارج النبوت، مترجم، ج ا ص ۲۷۷)

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کو اس بات سے محفوظ رکھا گیا ہے کہ ساری امت گمراہی پر متفق ہو جائے۔

(الخصائص الصغرٰی، مترجم، ص ۳۵)

وضاحت: مذکورہ حدیث مبارک اور اس کے تحت اقوالِ بزرگانِ دین کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ ایک طرف تو ہمارے پیارے آقا ﷺ یہ فرمائیں کہ میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی اور دوسری طرف مانعینِ بدعتِ حسنہ اور ہر بدعت کو گمراہی کہنے والے افراد حضور نبیٔ غیب دان سرورِ ذی شان ﷺ کے اس مشہور فرمانِ مبارک کو پس پشت ڈال کر امّت مسلمہ کو گمراہیوں پر جمع مانتے ہیں۔ جبکہ ایسا ہونے سے نبیٔ غیب دان ﷺ نے آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے ہی منع فرمادیا تھا۔

یہ بھی یاد رہے کہ کوئی کام اس لئے ناجائز اور حرام نہیں ہوجائے گا کہ حضور ﷺ یا صحابہ کے دور میں نہیں تھا کیونکہ اگر ایسا مان لیا جائے تو پھر فی زمانہ سارا کا سارا نظام ہی درہم برہم ہوجائے گا کیونکہ جو کچھ اس دور میں ہو رہا ہے اور جن چیزوں کے ذریعے ہو رہا ہے تقریباً یہ چیزیں نئی ہیں۔ کیونکہ (ModernTechnology) جدید

ٹیکنالوجی کا دور ہے میڈیا عروج پر ہے۔انٹرنیٹ (Internet) کے ذریعے اسلام کا پیغام بھی عام کیا جارہا ہے مگر یہ سب کچھ دور نبوی اور دور صحابہ میں نہیں تھا مگر آج مائک اور (Loud speaker) کے ذریعے دین کا اہم ترین کام مثلاً اذان، نماز، خطبہ، وعظ و تقریر ہورہے ہیں اور (Telephonic) بیانات بھی (Relay) ہوتے ہیں کوئی ان کو حرام، ناجائز و بدعت نہیں کہتا بلکہ اگر لائٹ نہ ہو تو (UPS) یا جنریٹر (Generator) کے ذریعے اذانیں دی جاتی ہیں بندہ اگر غور کرے تو یہ چیزیں بھی ان ادوار مقدسہ میں نہیں تھیں۔

اس موضوع کو سمجھنے کے لئے کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں ورنہ تو ہزاروں ہیں۔(۱) قرآن پاک پر نقطے اور اعراب حجّاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں لگوائے۔(۲) اسی نے ختم آیات پر علامات کے طور پر نقطے لگوائے۔(۳) قرآن پاک کی چھپائی۔(۴) مسجد کے وسط میں کھڑے رہنے کے لئے طاق نما محراب پہلے نہ تھی ولید مروانی کے دور میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی۔آج کوئی مسجد اس سے خالی نہیں۔(۵) چھ کلمے (۶) علمِ صرف و نحو (۷) علمِ حدیث اور احادیث کی اقسام (۸) درسِ نظامی (۹) شریعت و طریقت کے چار سلسلے (۱۰) زبان سے نماز کی نیّت (۱۱) ہوائی جہاز کے ذریعے سفرِ حج (۱۲) جدید سائنسی ہتھیاروں کے ذریعے جہاد۔(۱۳) ایمان مفصل اور ایمان مجمل (۱۴) گاڑیوں، بسوں کے ذریعے عرفات شریف جانا (۱۵) طریقت کے تقریباً سارے مشاغل اور تصوّف کے سارے مسائل بدعت ہیں، جیسے مراقبے، چلّے، تصوّرِ شیخ، ذکر کی اقسام (۱۶) شریعت اور طریقت کے چار سلسلے جیسے: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسی طرح قادری، چشتی،

نقشبندی، سہروردی (۱۷) ریل، موٹر، ہوائی جہاز، سمندری جہاز، تانگہ، گھوڑا گاڑی، اسی طرح خط، لفافے، تار، ٹیلیفون، موبائل، وائرلیس، ریڈیو، ٹی وی، لاؤڈ اسپیکر، وغیرہ وغیرہ

یہ سارے کام اس مبارک دور میں نہیں تھے لیکن اب انہیں کوئی گناہ نہیں کہتا تو آخر میلاد منانا (جو کہ ثابت بھی ہے) اور اذان واقامت سے پہلے شہنشاہِ مدینہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا ہی کیوں بری بدعت اور گناہ ہو گیا؟ یاد رکھئے! کسی معاملے میں عدم جواز کی دلیل ہونا خود دلیل جواز ہے۔

اور پھر بدعت کی رٹ لگانے والے غور کریں کہ ان تمام چیزوں کے بغیر کیا وہ زندگی گزار سکتے ہیں ہرگز نہیں تو پھر ان مسائل کو سمجھیں اور بدعت کی تعریف اور اقسام کو بار بار پڑھیں تاکہ یہ بنیادی قوانین (Basically Rules) ذہن نشین ہو جائیں۔

بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت) کی اقسام

بدعتِ حسنہ تین طرح کی ہیں:

(۱) بدعت جائز (۲) بدعت مستحب (۳) بدعت واجب

بدعتِ سیئہ (بُری بدعت) کی اقسام

بدعت سیئہ دو طرح کی ہیں: (۱) بدعت مکروہ (۲) بدعت حرام

حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں:

اَلْبِدْعَةُ اِمَّا وَاجِبَةٌ كَتَعَلُّمِ النَّحْوِ وَ كَتَدْوِيْنِ اُصُوْلِ الْفِقْهِ وَاِمَّا مُحَرَّمَةٌ كَمَذْهَبِ الْجَبْرِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ وَاِمَّا مَنْدُوْبَةٌ كَاِحْدَاثِ الرَّبْطِ وَالْمَدَارِسِ

وَكُلِّ اِحْسَانٍ لَمْ يَعْهَدْ فِیْ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ وَكَالتَّرَاوِيْحِ اَیْ بِالْجَمَاعَةِ الْعَامَةِ وَاِمَّا مَكْرُوْهَةٌ كَزَخْرُفَةِ الْمَسَاجِدِ وَاِمَّا مُبَاحَةٌ كَالْمُصَافَحَةِ عَقِيْبَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ وَالتَّوَسُّعِ فِی لَذَائِذِ الْمَآكَلِ وَالْمَشَارِبِ

بدعت یا تو واجب ہے جیسے علم نحو کا سیکھنا اور اصول فقہ کا جمع کرنا۔

یا (بدعت) حرام ہے جیسے جبریہ، قدریہ مذہب۔ (یا اس جیسے دیگر مذاہب جو ربّ تعالیٰ کی قدرت کے قائل نہیں اور تقدیر کے منکر وغیرہ شامل ہیں)

یا (بدعت) مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کا ایجاد کرنا۔

اور ہر وہ اچھی بات جو پہلے زمانہ میں نہ تھی اور جیسے عام جماعت سے تراویح پڑھنا۔

یا (بدعت) مکروہ ہے جیسے مسجدوں کو فخریہ زینت دینا۔

یا (بدعت) جائز ہے جیسے فجر وعصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ کھانوں اور شربتوں میں وسعت کرنا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ملخصاً ج ا ص ۴۹۰)

اس عبارت سے بدعت کی پانچ قسمیں بخوبی واضح ہوئیں، یہی اقسام ''رد المحتار'' اور شرح جامع الصغیر میں بھی ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے کہ علم فقہ واصول یا قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم میں اعراب لگانا یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا اور دینی مدرسوں میں تعلیم کے درس وغیرہ۔ (جاء الحق، ص ۲۲۶)

بدعتِ حسنہ کی تین اقسام کی وضاحت

(۱) بدعتِ جائز

ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور بغیر کسی نیت خیر کے کیا جائے جیسے چند کھانے کھانا وغیرہ۔ان کاموں پر نہ ثواب ہے نہ عذاب۔

(۲) بدعتِ مستحبہ

وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کارِثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو خیر کی نیت سے کرے جیسے محفلِ میلاد شریف، فاتحہ بزرگان اور اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا کہ عام مسلمان اس کو کارِثواب سمجھتے ہیں۔اس کو کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

مَا رَاٰوہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فُھَوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ

جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(۳) بدعتِ واجبہ

وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو ۔جیسے کہ قرآن کریم کے اعراب اور دینی مدارس اور علم نحو وغیرہ پڑھنا۔

بدعتِ سیئہ کی دو اقسام کی وضاحت

(۱) بدعتِ مکروہہ

وہ نیا کام جس سے کوئی سنّت چھوٹ جائے اگر سنّت غیر مؤکدہ چھوٹی تو

یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر سنّت مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۲) بدعتِ حرام

وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹے یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔

تمام چیزوں کی اصل مباح (Permissible) ہے

جو حضرات ہر بدعت (یعنی نئے کام) کو حرام جانتے ہیں وہ اس قاعدہ کلیہ کے کیا معنی کریں گے حاشیہ ابن عابدین میں ہے:

اِنَّ الْاَصْلَ فِی الْاَشْیَاءِ اِلْاِبَاحَۃُ

تمام چیزوں کی اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں، یعنی ہر چیز مباح (Permissible) اور حلال ہے۔ ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کردے تو وہ حرام یا منع ہے یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہوگی نہ کہ صرف نئے ہونے سے، یا قاعدہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ و اقوال فقہاء سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد پاک ہے:

یٰۤاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ج وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ ط عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ط

اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی اللہ انہیں معاف کرچکا ہے۔ (پارہ ۷ سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۱)

اس کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس امر کی شرع میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح ہے۔

اللہ تعالی نے جملہ نعمتیں انسان کے لئے پیدا کیں ہیں

شریعت مطہرہ میں کوئی شئے اس وقت ناجائز قرار پاتی ہے جب اس کو قرآن وسنت یا اجماع ازروئے شرع ناجائز قرار دیں۔ جس کو قرآن وسنت نے صراحت کے ساتھ ناجائز نہیں کیا اسے ازروئے شرع بھی ناجائز تسلیم نہیں کیا جاتا اس لئے شریعت اسلامیہ کا وجود جائز اور حلال چیزوں کے گنوانے پر مبنی نہیں بلکہ شریعت نے ناجائز اور حرام چیزوں کی فہرست مہیا کردی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ واضح احکام پر مشتمل ہے۔ مثلاً خنزیر، بہتا خون، مردار، اور غیراللہ کے نام پر ذبح شدہ جانوروں کے گوشت وغیرہ کو صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر کھانے، پینے کی اشیاء، بندوں کے رشتوں، معاملات اور عقائد میں سے جملہ محرمات کو گنوا کر آگاہ کردیا گیا کہ فلاں فلاں اشیاء تمہارے لئے حرام ہیں اور ان کے علاوہ جو کچھ بھی تمہارے لئے مسخر کیا ہے وہ حلال اور جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ق

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔
(پارہ ۲۹، سورۂ بقرہ، آیت ۲۹)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط

ترجمہ: اور اس نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمین کی ساری اشیاء مسخر کردی۔ (پارہ ۲۵، سورۂ جاثیہ، آیت ۱۳)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی جملہ نعمتیں انسان کے لئے پیدا کیں اور اسے جائز استعمال کا اختیار دے کر احسان فرمایا۔ اگر خالقِ کائنات، مالک کائنات رحمٰن ورحیم خود انسان پر ان نعمتوں کو حرام ٹھہرا دیتا اور انہیں ان سے مستفید ہونے کی اجازت نہ دیتا تو اس کا کیا ہوا یہ وعدہ کیونکر اس کے ربّ العالمین ہونے پر شہادت فراہم کرتا، جس میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ط

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ساری اشیاء تمہارے لئے مسخر کی ہیں اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اتمام و اظہار فرمایا ہے۔ (پارہ ۲۱، سورۂ لقمان، آیت ۲۰)

مذکورہ آیات کے تحت حلال و جائز اشیاء کے عموم کے پیش نظر جب ہم حرام اشیاء پر غور کرتے ہیں تو یہاں بھی ہمیں اس کی رحمتوں اور بے پایاں مہربانیوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ جو اشیاء بھی اسلام میں حرام ٹھہرائی گئی ہیں خواہ ان کا حکم اللہ ربّ العزت نے دیا ہو یا اس کے پیارے رسول ﷺ نے انہیں اپنے تشریعی و تکوینی اختیارات سے حرام ٹھہرایا ہو، دونوں اعتبارات سے وہ حکم کسی خاص مصلحت اور حکمت کے پیش نظر ہوتا ہے مثلاً اسلامی شریعت کی حرام کی گئی اشیائے خورد و نوش میں جو قباحتیں اور ضرر رسانیاں ہیں انہیں جدید سائنسی تحقیقات آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد آشکار کر رہی ہیں۔

قرآن کریم سے حلت وحرمت کا اصول

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کسی کام کو نہ کرنا اس کی حرمت کی دلیل نہیں بن سکتا ورنہ ہر وہ عمل جس کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان نہیں کیا اور اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھا وہ بھی حرام ہو جاتا ہے کیونکہ اگر حضور اکرم ﷺ یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ترک سے کوئی کام بدعت سیئہ بن جاتا ہے تو غور کریں کہ کیا قرآن کریم میں ترکِ ذکر سے وہ بدعت نہیں بنے گا یقیناً بلکہ بطریقِ اولیٰ بدعت مذمومہ بنے گا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ بیان کر دی ہیں اور جن چیزوں کے بارے میں خاموش ہے وہ جائز ہے۔

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کا ذکر تفصیل سے موجود ہے پھر حلال کے لئے اتنا فرما دیا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ

ترجمہ: ان کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔

(پارہ ۵، سورۂ نساء، آیت ۲۴)

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

وہ تو تم سے مفصّل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا۔

(پارہ ۸، سورۂ انعام، آیت ۱۱۹)

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام چیزوں کا ذکر تفصیل سے بیان فرما کر ارشاد

فرمایا کہ باقی تمام چیزیں حلال ہیں۔

حدیث مبارک سے حلت وحرمت کا اصول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ذَرُونِی مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِکَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَی اَنْبِیَائِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ

جس بات میں تم پر میں نے تنگی نہیں کی اس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی امتیں اپنے انبیاء سے کثرت سے سوالات کرنے اور ان سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ میں جس بات سے منع کروں اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر قدرت بجالاؤ۔ (صحیح مسلم، ج ۷ ص ۹۲)

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَهِکُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا

بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کی ہیں۔ انہیں ہاتھ سے نہ جانے دو اور کچھ حرام فرمائی ہیں ان کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا ان میں کاوش نہ کرو۔

(سنن دار قطنی، ج ۴ ص ۱۸۴)

جامع ترمذی کی روایت میں واضح بیان موجود ہے کہ ایک مرتبہ حضور پر نور ﷺ سے گھی، پنیر اور دوسری کھانے پینے کی اشیاء سے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ

نے فرمایا:

اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِی کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِی کِتَابِہٖ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ

حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف ہے۔

(سنن ترمذی، ج ا ص ۲۰۶)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ''جاء الحق'' میں فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جن کا حلال ہونا صراحۃ قرآن میں مذکور ہے دوسرے وہ جن کی حرمت صراحۃ آگئی، تیسرے وہ جن سے خاموشی فرمائی یہ معاف ہے۔ (جاء الحق)

وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ

کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ شارع نے جن کا ذکر نہیں کیا وہ مباح اور جائز ہیں۔ لہٰذا محض کسی چیز کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود نہ ہونا یہ ناجائز وحرام ہونے کی نہیں بلکہ جائز و یہ مباح ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ ابھی گزرا: تمام چیزوں کی اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ لہٰذا ترکِ ذکر سے کسی چیز پر حرمت کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔

اللہ ربّ العزّت نے قرآن کریم میں ایسے لوگوں کی مذمّت کی ہے جو اپنی طرف سے حلال و جائز چیزوں کو ناجائز وحرام کہہ دیتے ہیں۔ ایسے کے متعلق ربّ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلٰلٌ وَّ ھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ط

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

(پارہ ۱۴ سورۂ نحل، آیت ۱۱۶)

اس آیت مبارکہ پر وہ لوگ غور کریں جن کی زبانیں حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتیں جو منہ میں آتا ہے بول دیتے ہیں جس چیز کو دل وزبان نے چاہا حلال کہہ دیا جس کو چاہا حرام وناجائز ٹھہرادیا جس کو چاہا بدعت وگمراہی قرار دے دیا جس پر چاہا شرک کا فتویٰ صادر کر دیا یہ ان کے نزدیک دین ہے۔

اور دینِ اسلام کیا کہتا ہے سنئے! قرآن کریم میں ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ

کچھ زبردستی نہیں دین میں۔ (پارہ ۳ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۶)

دوسرے مقام پر فرمایا:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

(پارہ ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵)

صاحبِ شریعت ماہِ نبوّت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ

بے شک دین آسان ہے۔ (صحیح بخاری، ج ا ص ۶۹)

اور کہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَمَا سَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ

مذکورہ بالا آیات اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کریم ﷺ تو ہمارے دائرہ عمل کو کشادہ فرمارہے ہیں مگر دین پر عمل کرنے والے اپنی کوتاہ فہمی، کم عقلی اور کم علمی کی وجہ سے وہ چھوٹے چھوٹے نزاعی اور فروعی معاملات پر بدعت وضلالت (گمراہی) اور ناجائز وحرام کے فتوے صادر کرتے پھر رہے ہیں۔

بدعت سے متعلق حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ

قرآن کریم کی تدوین وجمع بدعتِ حسنہ ہے

نبی کریم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد جھوٹے مدّعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں تقریباً ۷۰۰ حفّاظ کرام صحابہ علیہم الرضوان شہید ہوئے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حفاظت قرآن میں دشواری کی فکر لاحق ہوئی تو جب حضرت سیدنا حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ساری صورت حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کو ایک کتابی شکل میں جمع کردیا جائے تاکہ حفاظت کا بہترین انتظام ہوسکے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ افْعَلُ شَيْئاً مَالَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

میں ایسا کام کیسے کرسکتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا۔

(صحیح بخاری، ج۲ص۶۷۶)

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! یہ درست ہے کہ یہ کام رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیّبہ مقدسہ میں نہیں کیا لیکن

هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ

اللہ کی قسم یہ کام بہت اچھا اور بھلائی پر مبنی ہے لہٰذا ہمیں اسے ضرور کرنا چاہیے۔

اس گفتگو کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ مبارک کشادہ ہو گیا اور فرمایا: اللہ تیری قبر کو روشن کرے تو نے اپنی گفتگو سے میرے سینے کو روشن کر دیا۔

پھر جب یہ ذمہ داری حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا کی گئی تو انہوں نے بھی وہی بات فرمائی کہ آپ رضی اللہ عنہما وہ کام کس طرح کرتے ہیں جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ

اللہ کی قسم یہ کام بہت اچھا اور بھلائی پر مبنی ہے۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سینہ مبارک بھی کشادہ ہو گیا اور قرآن کریم کو جمع کرنا شروع کر دیا گیا۔ یہ پہلی بدعتِ حسنہ تھی جو آج تک رائج ہے۔

بدعت سے متعلق حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

تراویح باجماعت بدعتِ حسنہ ہے

نماز تراویح باجماعت کا اعزاز بھی حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حصّے میں آیا جس طرح قرآن کریم کی تدوین وجمع کا کام آپ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر باقاعدہ وجود میں آیا۔

مختلف روایات میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے رمضان المبارک میں تین راتیں نماز تراویح باجماعت پڑھائی۔اس کے بعد فرض ہو جانے کے خوف سے آپ ﷺ گھر ہی پر تراویح ادا فرماتے تھے اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی اپنی اپنی پڑھ لیتے تھے۔حضور پرنور شافع یوم النشو ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اڑھائی سالہ دور خلافت میں بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہی معمول رہا جب شاہکارِ رسالت حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جدا جدا شکلوں میں نماز تراویح ادا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

میرا خیال ہے کہ انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہوگا پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا گیا۔

پھر میں ایک دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ

یعنی یہ اچھی بدعت ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح، ج۲ص ۷۰۷)

اس روایت میں (نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ) فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ ہر بدعت ،بدعت سیئہ نہیں ہوتی بلکہ بے شمار بدعات اچھی اور مستحسن و محمود بھی ہوتی ہیں۔

میلا د منانا بدعتِ حسنہ ہے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ، ج۸ص۴۲۳ پر فرماتے ہیں:

امام ابنِ حجر فتح المبین میں فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ اَنَّ الْبِدْعَۃَ الْحَسَنَۃَ مُتَّفَقٌ عَلٰی نُدْبِهَا وَعَمَلُ الْمَوْلَدِ وَاجْتِمَاعُ النَّاسِ لَهٗ کَذٰلِکَ

حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بھی بدعتِ حسنہ ہی ہے۔

(فتح المبین)

قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، عید کے دن معانقہ (گلے ملنا) بدعت حسنہ ہے

فی زمانہ ان باتوں کو نہ ماننے والوں کے علماء نے بھی اپنی کتب میں ان باتوں کو مستحب کہا ہے جیسا کہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں ہے کہ قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا، معانقہ روز عید سب بدعت ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔

مزید یوں کہا جس کا ترجمہ یہ ہے:

کُنواں کھودنا اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزیں مثلاً دعا استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب بدعت ہیں۔ مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ۔ اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (بدعتِ حسنہ ہے)۔ (مجموعہ زبدۃ النصائح)

اس عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں:

(۱) ایصال ثواب کے لئے کنواں کھدوانا، دعا، استغفار، قربانی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔

(۲) قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا اور اس طرح کے دوسرے

طریقے بدعت ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔

(۳)اس سے بدعت کی دو قسمیں معلوم ہوئیں:(۱) بدعتِ حسنہ۔(۲) بدعتِ سیئہ۔لہٰذا ہر بدعت بُری نہیں اور ہر نیا کام صرف بدعت ہونے کے باعث ناجائز وحرام نہیں ہوسکتا بلکہ بعض کام بدعت ہوتے ہوئے بھی حسن اور اچھے ہوتے ہیں۔

(۴)روزِ عید کا معانقہ اور ہر روز فجر وعصر کے بعد مصافحہ بدعت حسنہ جائز اور اچھا ہے۔(فتاوی رضویہ، ج۸ص۶۱۴ تا ۶۱۸)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

بعض لوگ ہر جائز اور اچھے کام کو بھی بدعت اور گمراہی بتاتے پھرتے ہیں یا تو انہیں حقیقت سے آگاہی نہیں یا پھر محبوبانِ خدا سے بغض وعناد ہے کہ ان کے فضائل یا ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے فضیلت کو ماننا ایسے لوگوں کے مذہب میں شرک وبدعت ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ
اس برے مذہب پر لعنت کیجئے

فاتحہ کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے یہ بدعت نہیں

وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبٰتٍ عِندَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ

ترجمہ:اور جوخرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: کہ جب رسولِ کریم ﷺ کے حضور میں صدقہ لائیں تو حضور ان کے لئے خیر وبرکت ومغفرت کی دعا فرمائیں، یہی رسولِ

کریم ﷺ کا طریقہ تھا۔

مسئلہ: یہی فاتحہ کی اصل ہے کہ صدقہ کے ساتھ دعائے مغفرت کی جاتی ہے لہٰذا فاتحہ کو بدعت و ناروا بتانا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

چاہے اب تیجہ ہو یا دسواں ، چالیسواں ، عرس ہو یا گیارہوں شریف ، بارہویں شریف ان سب کی اصل ومقصود ایصال ثواب اور دعاء مغفرت ہے۔

ایصال ثواب بدعت نہیں

اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے نیک اعمال کا ثواب چاہے ان کا تعلق بدنی عبادات سے ہو یا مالی عبادات سے زندہ مردہ دونوں کو ایصال کر سکتا ہے۔ایصال ثواب ہر وقت جائز و مستحب ہے۔

قرآن پاک سے ایصال ثواب کا ثبوت

وَ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ ا مِنۡ بَعۡدِھِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا

اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَاالَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ (پارہ ۲۸ سورۂ حشر، آیت ۱۰)

وضاحت: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کیلئے ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے اس لئے انہوں نے یہ دعا فرمائی۔

ایصالِ ثواب کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عظمت نشان ہے:

''جو کوئی تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اللہ عزوجل اس کے لیے ہر مومن مرد وعورت کے عوض ایک نیکی لکھ دیتا ہے''۔

(مجمع الزوائد، جلد۱۰، صفحہ۳۵۲، حدیث۱۷۵۹۸)

دوسرے مقام پر فرمایا: زندوں کا ہدیہ (یعنی تحفہ) مردوں کے لیے ''دعائے مغفرت کرنا ہے''۔ (شعب الایمان، جلد۶، صفحہ۲۰۳، حدیث۷۹۰۵)

''دین خیر خواہی کا نام ہے'' کے اٹھارہ حروف کی نسبت سے

ایصال ثواب کے 18 مدنی پھول

مدینہ 1۔ فرض، واجب، سنت، نفل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، بیان، درس قرآن وحدیث، علم دین کی مجلس میں شرکت، دین کے خاطر سفر، مدنی انعامات، نیکی کی دعوت، دینی کتاب کا مطالعہ، مدنی کاموں کے لیے انفرادی کوشش وغیرہ ہر نیک کام کا ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

مدینہ 2۔ میت کا تیجا، دسواں، چالیسواں اور برسی کرنا اچھا ہے کہ یہ ایصال ثواب کے ہی ذرائع ہیں۔ شریعت میں تیجے وغیرہ کے عدم جواز (یعنی نا جائز ہونے) کی دلیل نہ ہونا خود دلیل جواز ہے اور میت کے لیے زندوں کا دعا کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے جو کہ ایصال ثواب کی اصل ہے۔ چنانچہ

وَ الَّذِیْنَ جَآءُ وْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

اور وہ جوان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھے اے رب ہمارے بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

(سورۂ حشر: آیت ۱۰، پارہ ۲۸)

مدینہ 3۔ تیجے وغیرہ کا کھانا صرف اسی صورت میں میت کے چھوڑے ہوئے مال سے کرسکتے ہیں جب کہ سارے ورثا بالغ ہوں اور سب کے سب اجازت بھی دیں اگر ایک بھی وارث نابالغ ہے تو سخت حرام ہے۔ ہاں بالغ اپنے حصہ سے کر سکتا ہے۔ (ملخص از بہارشریعت، جلد ا، صفحہ ۴، صفحہ ۸۲۲)

مدینہ 4۔ میت کے گھر والے اگر تیجے کا کھانا پکائیں تو (مالدار نہ کھائیں) صرف فقراء کو کھلائیں۔ (ایضاً، صفحہ ۸۵۳)

مدینہ 5۔ ایک دن کے بچے کو بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں اس کا تیجا وغیرہ بھی کرنے میں حرج نہیں۔

مدینہ 6۔ جو زندہ ہیں ان کو بھی بلکہ جو مسلمان ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی پیشگی (ایڈوانس میں) ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔

مدینہ 7۔ مسلمان جنات کو بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

مدینہ 8۔ گیارہویں شریف، رجبی شریف (یعنی ۲۲ رجب المرجب کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کونڈے کرنا) وغیرہ بھی جائز ہے۔ کونڈے ہی میں کھیر کھلانا ضروری نہیں دوسرے برتن میں بھی کھلا سکتے ہیں۔ اس کو گھر سے باہر بھی لے جاسکتے ہیں۔

مدینہ 9۔ بزرگوں کی فاتحہ کے کھانے کو تعظیماً ''نذرونیاز'' کہتے ہیں اور یہ نیاز تبرک ہے اسے امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں۔

مدینہ 10۔ ایصال ثواب کے کھانے میں مہمان کی شرکت شرط نہیں گھر کے افراد اگر خود ہی کھالیں جب بھی کوئی حرج نہیں۔

مدینہ 11۔ روزانہ جتنی بار بھی کھانا کھائیں اس میں اگر کسی نہ کسی بزرگ کے ایصال ثواب کی نیت کر لیں تو مدینہ ہی مدینہ۔ مثلاً ناشتہ میں نیت کریں، آج کا ناشتہ کا ثواب سرکار مدینہ ﷺ اور آپ کے ذریعے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو پہنچے۔ دو پہر کو نیت کریں، ابھی جو کھانا کھائیں گے (یا کھایا) اس کا ثواب سرکار غوث اعظم اور تمام اولیائے کرام علیہم الرضوان کو پہنچے، رات کو نیت کریں ابھی جو کھائیں گے اس کا ثواب امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور ہر مسلمان مرد و عورت کو پہنچے۔

مدینہ 12۔ کھانے سے پہلے ایصال ثواب کریں یا کھانے کے بعد دونوں طرح درست ہے۔

مدینہ 13۔ ہو سکے تو ہر روز (نفع پر نہیں بلکہ) اپنی آمدنی (Income) کا ایک فیصد اور ملازمت کرنے والے تنخواہ کا ماہانہ کم از کم تین فیصد سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کے لیے نکال لیا کریں۔ اس رقم سے دینی کتابیں تقسیم کریں یا کسی بھی نیک کام میں خرچ کریں انشاء اللہ عزوجل اس کی برکتیں خود ہی دیکھیں گے۔

مدینہ 14۔ مسجد یا مدرسہ کا قیام صدقۂ جاریہ اور ایصال ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔

مدینہ 15۔ داستان عجیب، شہزادے کا سر، دس بیبیوں کی کہانی اور جناب سیدہ کی کہانی وغیرہ سب من گھڑت قصے ہیں، انہیں ہرگز نہ پڑھا کریں۔ اسی طرح

ایک پمفلٹ بنام ''وصیت نامہ'' لوگ تقسیم کرتے ہیں جس میں کسی ''شیخ احمد'' کا خواب درج ہے یہ بھی جعلی ہے اس کے نیچے مخصوص تعداد میں چھپوا کر بانٹنے کی فضیلت اور نہ تقسیم کرنے کے نقصانات وغیرہ لکھے ہیں ان کا بھی اعتبار نہ کریں۔

مدینہ 16۔ جتنوں کو بھی ایصال ثواب کریں اللہ عزوجل کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملے گا۔ یہ نہیں کہ ثواب تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ملے۔

(ردالمحتار، جلد۳، صفحہ۱۸۰دارالمعرفۃ، بہارشریعت، جلد۱، حصہ۴، صفحہ۸۵۰ملخصاً)

مدینہ 17۔ ایصال ثواب کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ امید ہے کہ اس نے جتنوں کو ایصال ثواب کیا ان سب کے مجموعہ کے برابر اس کو ثواب ملے۔ مثلاً کوئی نیک کام کیا جس پر اس کو دس نیکیاں ملیں اب اس نے دس مُردوں کو ایصال ثواب کیا تو ہر ایک کو دس دس نیکیاں پہنچیں گی جب کہ ایصال ثواب کرنے والے کو ایک سو دس اور اگر ایک ہزار کو ایصال ثواب کیا تو اس کو دس ہزار دس وعلی ہذا القیاس۔ (ملخص از فتاوی رضویہ، جلد۹، صفحہ۶۲۹ رضا فاؤنڈیشن و بہار شریعت جلد۱، حصہ۴، صفحہ۸۵۰)

مدینہ 18۔ ایصال ثواب صرف مسلمان کو کر سکتے ہیں۔ کافر یا مرتد کو ایصال ثواب کرنا یا اس کو مرحوم کہنا کفر ہے۔

ایصال ثواب کا طریقہ

ایصال ثواب (یعنی ثواب پہنچانا) کے لیے دل میں نیت کر لینا کافی ہے۔ مثلاً آپ نے کسی کو ایک روپیہ خیرات دیا یا ایک بار درود شریف پڑھا، یا کسی کو ایک سنت بتائی یا نیکی کی دعوت دی یا سنتوں بھرا بیان کیا۔ الغرض کوئی بھی نیکی کی آپ دل

ہی دل میں اس طرح نیت کر لیں مثلاً، ابھی میں نے جو سنت بتائی اس کا ثواب سرکار ﷺ کو پہنچے۔ انشاء اللہ عزوجل ثواب پہنچ جائے گا۔ مزید جن جن افراد کی نیت کریں گے ان کو بھی پہنچے گا۔ دل میں نیت ہونے کے ساتھ ساتھ زبان سے کہہ لینا سنت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے جیسا کہ ابھی حدیث سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گزرا کہ انہوں نے کنواں کھدوا کر فرمایا۔ ''یہ ام سعد کے لیے ہے''۔

اُم سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے کنواں

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں انتقال کر گئی ہیں (میں ان کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں) کون سا صدقہ افضل رہے گا؟ سرکار ﷺ نے فرمایا، ''پانی'' چنانچہ انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا، ''یہ ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ہے''۔

(سنن ابی داؤد، جلد۲، صفحہ ۱۸۰، حدیث ۱۶۸۱، دار الفکر بیروت)

پیارے بھائیو! حضرت سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا ہے کہ یہ کنواں ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کنواں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کے ایصال ثواب کے لیے ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا گائے یا بکرے وغیرہ کو بزرگوں کی طرف منسوب کرنا مثلاً یہ کہنا کہ ''یہ سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بکرا ہے''۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس سے مراد بھی یہ ہے کہ یہ بکرا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے ہے اور قربانی کے جانور کو بھی تو لوگ ایک دوسرے ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی اپنی قربانی کی گائے لئے چلا آ رہا ہو اور اگر آپ اس سے پوچھیں کہ کس کی گائے

ہے؟ تو اس نے یہی جواب دینا ہے، ''میری گائے ہے'' جب یہ کہنے والے پر اعتراض نہیں تو ''غوث پاک کا بکرا'' کہنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ حقیقت میں ہر شے کا مالک اللہ عزوجل ہی ہے اور قربانی کی گائے ہو یا غوث پاک کا بکرا، ہر ذبیحہ کے ذبح کے وقت اللہ عزوجل کا نام لیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل وسوسوں سے نجات بخشے۔ (امین بجاہ النبی الامین ﷺ)

انگوٹھے چومنا بدعت نہیں

انگوٹھے چومنا بدعت نہیں بلکہ یہ مستحب عمل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کی سنّت مبارکہ ہے۔ فقہاء محدّثین ومفسرین اس کے استحباب پر متفق ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''جاء الحق'' میں صلوٰۃ مسعودی جلد۲ باب ۲۰ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کے صفوں میں تلاش فرمائیں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

تفسیر روح البیان، پارہ ٦ سورۂ مائدہ، کی آیت ۲۰ کے زیر تحت ہے:

(اذان میں) محمد رسول اللہ کہنے کے وقت اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو مع کلمے کی انگلیوں کے چومنا ضعیف ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع سے ثابت نہیں لیکن محدّثین اس پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا رغبت دینے اور ڈرانے کے متعلق جائز ہے۔ اذان کی پہلی شہادت پر یہ کہنا مستحب ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اور دوسری شہادت کے وقت یہ کہے:

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

پھراپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے:

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ

تو حضور اکرم ﷺ اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔اسی طرح کنز العباد میں ہے اور اسی کی مثل فتاوٰی صوفیہ میں ہے اور کتاب الفردوس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا: میں اسے جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ اس موضوع کی تفصیلی بحث ''حاشیہ بحرالرائق'' میں ہے۔

اس عبارت سے چھ ۶ کتابوں کے حوالے معلوم ہوئے، شامی، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ، کتاب الفردوس، قہستانی، حاشیۂ بحرالرائق، ان تمام کتب میں انگوٹھے چومنے کو مستحب فرمایا۔

مقاصد حسنہ فی الاحادیث الدائرہ علی السنہ میں امام سخاوی نے فرمایا:

دیلمی نے فردوس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے مؤذن سے حضور ﷺ کا نام شریف سن کر انگوٹھے چومے تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ نیت خیر سے ہو تو باعث ثواب ہے بلا دلیل ممانعت منع نہیں کر سکتے جس طرح بھی حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کی جائے باعث ثواب ہے۔

حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''موضوعاتِ کبیر'' میں فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ثابت

ہے تو عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ تم پر اپنی سنت اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کرتا ہوں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''جاءالحق'' میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس یعنی نورِ مصطفیٰ ﷺ کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چمکایا گیا۔ انہوں نے فرطِ محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ (جاءالحق، ص ۴۰۵)

اس مختصر وضاحت سے معلوم ہوا کہ انگوٹھے چومنا پیاروں کی ادا کو ادا کرنا ہے اور بالکل جائز اور مستحب ہے۔

اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا بدعت مستحبہ (اچھا طریقہ) ہے

جیسا کہ بدعت کی اقسام میں گزرا کہ ایک بدعت مستحبہ بھی ہوتی ہے تو اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا اچھا اور مستحب عمل ہے مؤذن حضرات کو تھوڑی احتیاط یہ کرنی چاہئے کہ درود وسلام پڑھ کر چند سیکنڈ کا وقفہ کریں تا کہ درود و اذان ممتاز ہو جائے۔

مطلقاً درود وسلام پڑھنا نہ صرف حدیث مبارکہ سے ثابت ہے بلکہ قرآن مجید میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَه يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے

(نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب ایۃ نمبر ۵۶)

اس آیت میں درود وسلام کا حکم مطلقاً ہے اور کوئی مطلق کو مقید نہیں کر سکتا، فقہ کا اُصول ہے:

اَنَّ الْمُطْلَقَ یَجْرِی عَلٰی اِطْلَاقِهٖ

یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ (ردالمحتار، ج ۲۶ ص ۴۵۱)

لہٰذا درود چاہے کھڑے، بیٹھے، لیٹے، چلتے، پھرتے، سوتے، جاگتے، ہر جائز کام سے قبل، دعاء میں اوّل و آخر، اذان و تکبیر میں اوّل و آخر اوراد و وظائف کے اوّل و آخر ہر وقت بلا کراہت جائز و مستحسن ہے۔

ضمناً یہ بھی سنتے چلیں کہ درود وسلام ملا کر پڑھنا چاہیئے تا کہ قرآن کریم کی مکمل آیت پر عمل ہو جائے، جیسا کہ حضرت علامہ ابوفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اِذَا قُوْلُوْ اَللّٰهُم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تَفْسِیْرًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمَا) اَیْ وُ قُوْلُوْا وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ نَحْوَهٗ وَ هٰذَا مَا عَلَیْهِ اَکْثَرُ الْعُلَمَاءِ الاَجَلَّةِ"

یعنی جب تم کہو (اللھم صلی علی محمد) تو یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان "صلوا علیہ" کی تفسیر ہوگی اور جب تم یہ کہو (السلام علیک ایھا النبی) یا اس قسم کے الفاظ یعنی (السلام علیک یارسول اللہ یا حبیب اللہ) وغیرہ تو یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان (وسلموا تسلیما) کی تفسیر ہوگی۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۱۲ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا قبل الاذان دُعاء مانگنا

سنن ابی داؤد کی حدیث شریف میں ہے:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بنی نجار کی ایک ایسی عورت سے روایت کرتے ہیں جس کا گھر مسجد کے اطراف میں سب سے بلند تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیکھتے کہ فجر کا وقت شروع ہو چکا ہے تو (اذان سے پہلے یہ) دعاء فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَحمَدُکَ وَاَستَعِینُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُقِیمُوا دِینَکَ

اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے اس بات پر مدد طلب کرتا ہوں کہ تیرے دین کو قریش قائم رکھیں۔

پھر اذان دیا کرتے تھے، پھر (حدیث کی راویہ) فرماتی ہیں:

وَاللّٰہِ مَا عَلِمتُہُ کَانَ تَرَکَھَا لَیلَۃً وَاحِدَۃً تَعْنِی ھٰذِہِ الْکَلِمَاتِ

اللہ کی قسم مجھے یاد نہیں کہ (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) نے ایک رات بھی یہ کلمات چھوڑے ہوں۔ (سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۱۱۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب اذان سے پہلے قریش کے حق میں دعاء کرنا جائز ہے تو پھر نبی کریم ﷺ کے حق میں دعاء کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ کیونکہ درود بھی درحقیقت حضور اکرم ﷺ کے حق میں دعاء رحمت ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی بھی جائز کام سے قبل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر باعث برکت ہے جیسے: بسم اللہ شریف، کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ۔ اور ان سب کے پڑھنے کا ایک ہی حکم ہے۔

درود وسلام کی ابتداء

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مؤذن حضرات فجر اور جمعہ کی اذانوں اور دیگر اذانوں کے بعد جو درود و سلام پڑھتے ہیں اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ایوبی کے دور میں ان کے حکم سے ہوئی۔ اس سے پہلے لوگ اپنے خلفاء پر (السلام علی الامام الظاہر) وغیرہ کہہ کر سلام کہتے تھے جبکہ سلطان ایوبی نے اس بدعت کو باطل کر کے اس کی جگہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کا حکم جاری کیا اس کی انہیں جزائے خیر نصیب ہو۔

(القول البدیع، ص۱۹۲)

امام سخاوی، امام شعرانی، امام ابن حجر مکی، امام جلال الدین سیوطی، حضرت مولانا علی قاری، علامہ حلبی، علامہ ابن عابدین شامی (رحمہم اللہ علیہم اجمعین) نے اِسے بدعتِ حسنہ قرار دے کر اس کی تعریف کی ہے۔

آخر میں دعاء ہے ''یاربّ العٰلمین! اس مختصر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور تمام لوگوں کو مرنے سے قبل اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النّبیِّ الامین ﷺ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیق نامہ

قاری حافظ محمد زمان

منظور شدہ گورنمنٹ پروف ریڈر

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے آزاد پبلشرز کی کتاب

''بدعت کی حقیقت'' کو بغور پڑھا ہے۔

اس کے اندر کوئی غلطی نہیں ہے۔(انشاء اللہ تعالیٰ)

دستخط: عبدہ المذنب محمد زمان قادری افوی

استدعا

ہم نے ''بدعت کی حقیقت'' کی اس جزو کو طباعت کے جدید ترین تقاضوں کے مطابق خوبصورت اور جاذب نظر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس متن کی تصحیح میں بھی اتنی ہی محنت کی ہے جتنی کسی انسان سے ممکن ہے۔ اس کے باوجود اس کے متن میں کسی نوعیت کی کوئی خامی، کمی یا غلطی نظر آئے تو اس تقاضائے بشریت سمجھتے ہوئے درگزر سے کام لیجئے اور ہمیں مطلع فرمائیے تا کہ آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح کردی جائے۔ ادارہ آزاد پبلشرز

سیلانی Saylani
welfare international trust
دکھی دلوں کا سہارا

اپنے معاشرے اور ملک کو بچانے کیلیئے آپ کو قدم اُٹھانا ہوگا۔آگے بڑھیے کہ وقت بہت کم ہے۔سوچیئے کہ آپ اپنے کس عمل اور کام سے اپنا حصہ سیلانی ویلفیئر کے کارِ خیر میں ڈال سکتے ہیں۔(محمد بشیر فاروقی)

ہم اللہ عزوجل کے فضل سے سرکار ﷺ کی امت کی خدمت کا عزم ہر شعبے میں رکھتے ہیں۔

برائے عوامی معلومات

الحمدللہ! انسانی بھلائی کے تمام شعبوں میں خدمت کے علاوہ

حضرت بشیر فاروقی قادری ادارے میں استخارے اور روحانی علاج کے ذریعے پاکستان سمیت دنیا بھر کے کئی مما لک میں پریشان حال لوگوں کی رہنمائی اور علاج کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

حضرت پاکستان کی مشہور مایہ ناز دینی درسگاہ یونیورسٹی امجدیہ سے فارغ التحصیل ہیں اور عالم دین کی سند پر فائز ہیں۔ویلفیئر کے تمام شعبوں و دیگر معاملات میں شریعت کی پاسداری کا نہایت احتیاط سے خیال رکھتے ہیں اور ویلفیئر کے تمام امور کی کڑی نگرانی فرماتے ہیں۔الحمدللہ یہ تمام خدمات رحمٰن عزوجل کی رضا کیلیئے انجام دیتے ہیں، اس مد میں تحفہ، یا ادارے سے کوئی معاوضہ قطعی نہیں لیتے۔